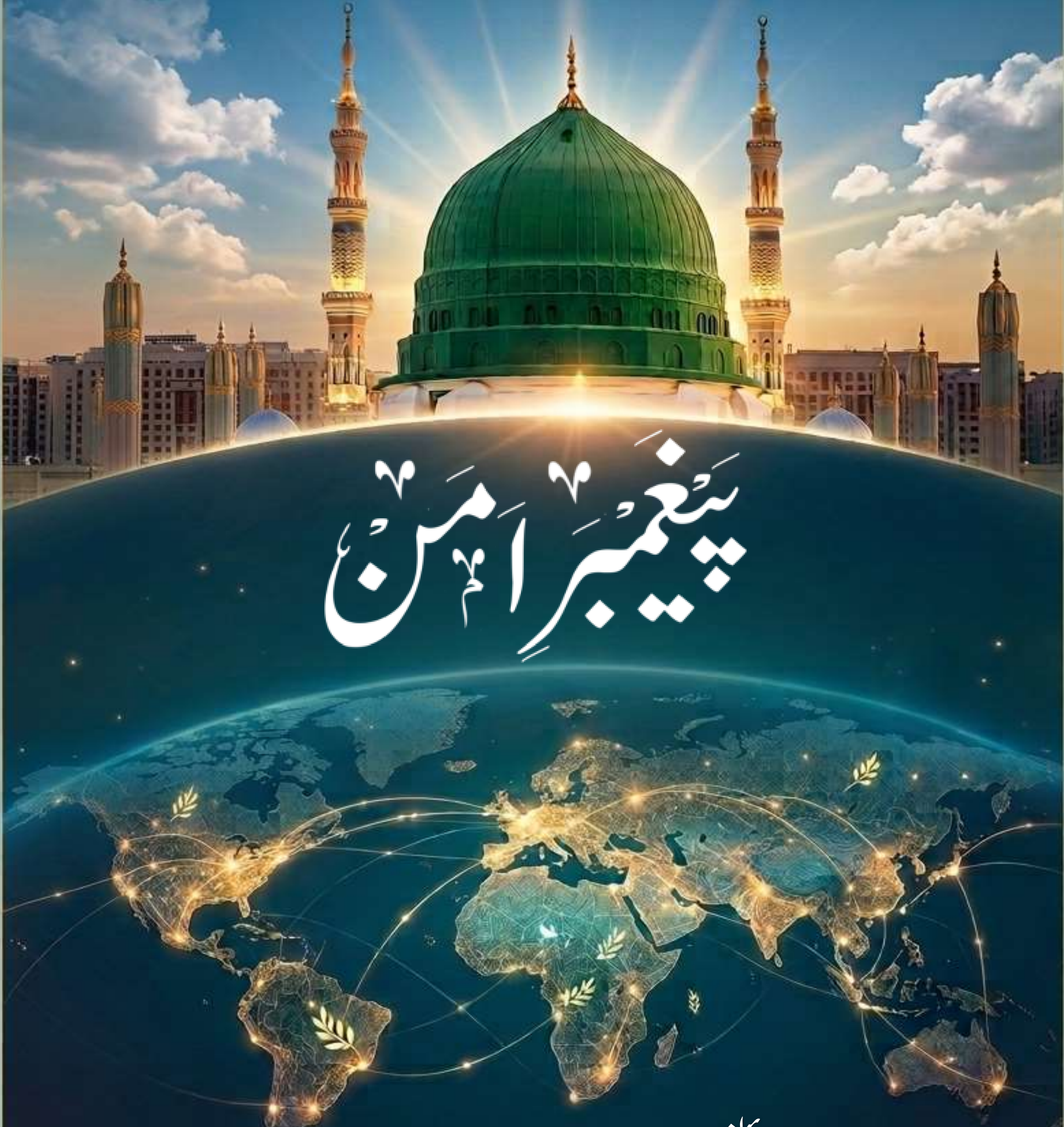
جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا



پیغمبرِ امن

مؤلف

مُفتی سیّد شہباز اصدق غوثی

صدر شعبۂ افتادارالعلوم قادریہ غریب نواز (ساؤتھ افریقہ)

ناشر

خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ

ظلمت دہر میں الفت و آشتی کا نور بکھیرتی سیرت طیبہ پر ایک پُر نور تحریر

پیغمبرِ امن

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

مؤلف

مفتی سید شہباز اصدق غوثی
صدر شعبۂ افتادار العلوم قادریہ غریب نواز (ساؤتھ افریقہ)

خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ سہسرام روہتاس بہار الہند

نام کتاب:	پیغمبرِ امن ﷺ
مؤلف:	مفتی سید شہباز اصدق غوثی
کمپوزنگ وتزئین:	الحمد گرافکس
ناشر:	خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ، سہسرام
زیر اہتمام:	المعهد الغوثی للبنات
صفحات:	44
سال اشاعت:	1447ھ 2026
فارمیٹ:	سافٹ کاپی
قیمت:	آپ کا مطالعہ اور دعا
رابطہ:	ssasdaque@gmail.com

مشمولات

کلمات خیر

پندرہ سو سالہ جشن ولادت مصطفیٰ ﷺ کے پر مسرت اور تاریخی موقع پر، ساؤتھ افریقہ کے علمی مرکز دارالعلوم قادریہ غریب نواز (لیڈی اسمتھ) کے صدر شعبۂ افتا، فقیہ عصر حضرت مفتی سید شہباز اصدق غوثی چشتی قادری صاحب حفظہ اللہ نے یہ بصیرت افروز مضمون تحریر فرمایا ہے۔ یہ پر نور تحریر جہاں رسول اکرم ﷺ کے آفاقی پیغام امن کو واضح کرتی ہے، وہیں موجودہ پر آشوب دور میں دنیا کے سامنے سیرت طیبہ کی عالمگیر اہمیت اور ضرورت کو بھی اجاگر کرتی ہے۔

بلاشبہ، حضور سرور کائنات ﷺ کی پوری حیات مبارکہ الفت، محبت، امن اور رواداری کا ایک مصفّٰی اور روشن نمونہ ہے۔ دوست ہو یا دشمن، اپنا ہو یا بیگانہ، آپ ﷺ نے ہر ایک کے ساتھ بے پناہ محبت و شفقت کا برتاؤ فرمایا۔ جن جانی دشمنوں نے آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی، ان سے بھی کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا بلکہ جب کبھی انہوں نے ندامت کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ نے ہمیشہ عفو و درگزر کی چادر رحمت سے ان کی خطاؤں کو ڈھانپ دیا۔ آج دنیا جس کرب ناک صورت حال سے دوچار ہے، جہاں ہر طرف فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے اور عالمی امن شدید خطرات کی زد میں ہے، ایسے ہولناک اندھیروں میں پیغمبر امن ﷺ کی سیرت طیبہ ہی انسانیت کے لیے واحد مشعل راہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔

اس کتاب میں آپ کو امن کی خاموش فضاؤں سے لے کر جنگ کے پر آشوب میدانوں تک، اور اپنے ہم مذہب سے لے کر دیگر مذاہب کے پیروکاروں تک، ہر گوشے میں آفتاب سیرت کی وہ پاکیزہ کرنیں نظر آئیں گی جو دلوں کی ویران دنیا کو امن و آشتی کے نور سے منور کر دیتی ہیں۔ کتاب مختصر، اسلوب نگارش بے حد دلکش، عام فہم اور اثر انگیز ہے۔ اب اس مضمون کی ڈیجیٹل کتاب کی شکل میں اشاعت ہو رہی ہے۔ آپ اس کتاب کا مطالعہ کریں اور اس کے مضامین کو اپنے دلوں کی تختی پر سجا کر اپنے قلوب و اذہان کو نور سیرت سے منور و مجلی کریں۔ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کو خیر کثیر سے نوازے اور دونوں جہان کی برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

دعا گو:

سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی غفرلہ

(دارالعلوم قادریہ غریب نواز، ساؤتھ افریقہ)

ابتدائیہ:

امن ایک ایسی نعمت عظمی ہے جس کے متلاشی نہ صرف انسان ہیں بلکہ اللہ رب العزت کی ہر وہ مخلوق ہے جو اس کرۂ ارض پر سانس لے رہی ہے۔ انسان ہوں کہ چرند و پرند ہر ایک امن و سکون اور خیر و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ امن عالم ہر عہد کی ایک نا قابل فراموش حقیقت کے طور پر ہمارے سامنے ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے ابتدائے آفرینش سے ہی عالم میں امن و امان کے قیام کے لیے حضرات انبیاورسل علیھم السلام کا مقدس قافلہ تدریجا مبعوث فرمایا، ابو البشر سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر کلیم اللہ سیدنا موسی علیہ السلام تک اور سیدنا موسی علیہ السلام سے روح اللہ سیدنا عیسی علیہ السلام تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاعلیھم السلام میں سے ہر ایک نے اعلائے کلمۃ اللہ کے ساتھ ساتھ جس چیز کو بطور خاص اپنی تبلیغ و ارشاد کا محور بنایا وہ ہے عالم میں امن و سلامتی کا قیام۔

تو نے دیکھا ہی نہیں فطرتِ اسلام کا رنگ
ہم نفس ! دین محمد ہے محبت کا نظام

ایک دستور کہ آدم ہے عظیم
ایک قانون کہ انسان ہے اخلاق کا نام

امن، اخلاق ، محبت ، رہِ تسلیم و رضا
دین اسلام نے آدم کو یہ پیغام دیا

تمام انبیا کا یہ مشن رہا کہ وہ مخلوق خدا کو دنیا کے خالق و مالک کا مطیع، تابع اور فرماں بردار کر دیں اور اس دنیا کو ظلم و ستم، فتنہ و فساد اور بدامنی سے پاک و صاف کر کے امن و امان اور خیر و سلامتی کا گہوارہ بنا دیں۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد رسول مکرم، نبی محتشم، سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم آخری نبی بن کر اس خاک دان گیتی پر جلوہ گر ہوئے، آپ آخری نبی ہیں، آپ پر نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

پیغمبرِ امن

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا﴾ [1]

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

آخری نبی ہونے کے سبب اب قیامت تک کے لیے امن عالم کی ذمہ داری آپ ﷺ کے دوش مبارک پر آئی اور آپ ﷺ نے اس ذمہ داری کو بتمام وکمال ادا فرمایا چنانچہ تاریخ وسیر کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ و السلام نے اپنے مقدس ارشادات وفرامین اور اپنی مساعی جمیلہ کے ذریعہ ظلمت کدۂ عالم سے جبر واستبداد اور شر وفساد کو مٹا کر عالم کو امن وسکون کی جنت سے ہمکنار فرمایا اور دنیا کو امن عالم کا ایسا نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جو ہر قوم، ہر معاشرہ اور ہر عہد کے لیے ہر قسم کی بدامنی، شر وفساد، ظلم وبربریت جیسے مہلک امراض کا یقینی علاج ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا وہ پہلو ہے جس کا اعتراف اغیار کو بھی ہے۔ مشہور برطانوی فلسفی جارج برنارڈشا (Sir George Bernard Shaw) آپ ﷺ کو انسانیت کا نجات دہندہ تسلیم کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کا اقرار ان الفاظ میں کیا ہے:

"اور میرا یقین ہے کہ اگر محمد (ﷺ) جیسے شخص کو جدید دنیا کی مطلق العنان حکومت سونپ دی جائے تو وہ اس دنیا کے مسائل اس طرح سے حل کرے گا کہ دنیا حقیقی مسرّتوں اور راحتوں سے بھر جائے گی۔ میں نے انہیں پڑھا ہے۔ وہ کسی بھی طرح کے مکر وفریب سے کوسوں دُور ہیں انہیں بجا طور پر انسانیت کا نجات دہندہ کہا جا سکتا ہے۔ میں نے پیشگوئی کی تھی کہ محمد (ﷺ) کا عقیدہ یورپ کے لئے آنے والے کل میں اتنا ہی قابلِ قبول ہو گا کہ جتنا آج قابلِ قبول بننے لگا ہے۔"[2]

جارج برنارڈشا کے یہ الفاظ یوں ہی نہیں صفحۂ قرطاس کی زینت بنے ہیں بلکہ اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کی مبارک تعلیمات کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ الفاظ سپرد قرطاس ہوئے ہیں جو یقیناً سیرت نبوی کا ایک اعجازی پہلو ہے کہ غیروں کو بھی حضور اکرم ﷺ کی امن پسندی سے مجال انکار نہیں۔ سچ کہا شاعر نے

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچنے لگتے ہیں واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

امن عالم کے سلسلے میں پیغمبر امن ص ﷺ کی مساعی جمیلہ اور مبارک ارشادت وہدایات کو پڑھنے سے قبل بعثت نبوی کے وقت دنیا میں ظلم وبربریت اور فتنہ وفساد کا ایک مختصر جائزہ ناگزیر ہے۔ حضور کی بعثت ساتویں صدی عیسوی میں ہوئی۔ ظلم وستم

، فتنہ وفساد، قتل وخونریزی کا یہ وہ تاریک ترین دور تھا جس کے بیان کی قلم میں طاقت نہیں۔ ہر طرف کفر کا دور دورہ تھا۔ انسان انسان کا دشمن بنا ہوا تھا۔ بیٹی کو زندہ در گور کرنا ایک فیشن تھا، عورت کو نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ایک آلہ تصور کیا جاتا تھا، قدیم مذاہب اور ان کے احکام و قوانین بازیچۂ اطفال بن چکے تھے، شر وفساد پر مشتمل باطل رسومات کا چلن عام تھا، فتنہ وفساد سریر عالم پر براجمان ہو کر دنیا کو فسق وفجور اور بدامنی کا گہوارہ بنا چکا تھا، عدل وانصاف کس چیز کا نام ہے کوئی جانتا نہ تھا، امن و سلامتی کا خاتمہ ہو چکا تھا، انسانیت کراہ رہی تھی، یہ صورت حال کسی ایک دو خطے یا کسی ایک دو قوم کی نہیں تھی بلکہ یہ سنگین صورت حال اس خاک دان گیتی پر بسنے والے تمام اقوام وملل کی تھی اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ اس تعفن زدہ ماحول سے تنگ آکر انسان آمادہ خودکشی تھا اور خود کو نذر آتش کر کے ہمیشہ کے لیے اس حولناک ماحول سے نجات کا طالب تھا، اس پر آشوب عہد کا نقشہ قرآن مقدس نے اس آیت میں یوں بیان کیا ہے۔

﴿وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ﴾[3]

ترجمہ: اوراللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ پیدا کر دیا پس اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔

جی ہاں اس تعفن زدہ ماحول سے تنگ آکر انسان آمادۂ خودکشی تھا، آخری سانس لے رہی انسانیت اب دم توڑنا چاہ رہی تھی کہ اس دنیا کے خالق ومالک کو انسانوں پر رحم آیا اور اس نے آخری نجات دہندہ کے طور پر رسول مکرم، رحمت عالم، نبی آخر الزماں سیدنا رسول اللہ ارواحنا فداہ ﷺ کو اس خاک دان گیتی پر مبعوث فرمایا اور مکہ مکرمہ میں آفتاب امن کے طلوع ہوتے ہی افق عالم پر صبح امن نمودار ہو گئی۔ ظلم وستم، جبر واستبداد، اخلاقی جرائم و ذمائم کی گھٹاٹوپ تاریکیاں چھٹ گئیں اور سارا جہان عدل و انصاف، امن وامان کے نور سے مستنیر ہو گیا۔

جہاں تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

جان، مال اور عزت کی حفاظت:

اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہو گا کہ امن و امان اور بد امنی کا تعلق درجہ ذیل چیزوں میں سے کسی ایک سے ضرور ہوتا ہے: جان ۔مال اور عزت

تاریخ عالم اس پر شاہد ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں فتنہ وفساد برپا ہوا، بد امنی کی فضا ہموار ہوئی اور چین وسکون غارت ہوا وہاں لازما مذکورہ تین باتوں میں سے کسی ایک کے فقدان کی وجہ سے ہوا۔ پیغمبر اسلام سیدنا رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جان ومال اور عزت و آبرو کی بحالی کے لیے جد وجہد فرمایا اور عالم میں بسنے والے بندگان خدا کی عزت و آبرو اور جان ومال کی حفاظت کو یقینی بنا کر عالم سے شر وفساد کی بیخ کنی کی اور عالم انسانیت کو صبح امن سے سرفراز فرمایا۔ اس سلسلے میں رسول مکرم ﷺ کا درج ذیل ارشاد چشم انصاف سے پڑھیں اور اندازہ کریں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک انسان کی جان ومال اور عزت و آبرو کو کس قدر اہمیت دی ہے؟ اور کسی بھی انسان کی جان ومال اور عزت و آبرو کو کس قدر محترم ومکرم قرار دیا ہے؟۔ ارشاد نبوی حضرت ابو بکرہ سے مروی ہے:

﴿ذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ، وَأَمْسَكَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ أَوْ بِزِمَامِهِ قَالَ: «أَيُّ يَوْمٍ هَذَا»، فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ، قَالَ: «أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «فَأَيُّ شَهْرٍ هَذَا» فَسَكَتْنَا حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ: «أَلَيْسَ بِذِي الحِجَّةِ» قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: «فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ، وَأَعْرَاضَكُمْ، بَيْنَكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا"﴾[4]

ترجمہ: رسول مکرم ﷺ اپنے اونٹ پر سوار تھے، اور ایک صحابی (حضرت بلال) اس اونٹ کی مہار تھامے تھے۔ حضونے (صحابہ کو مخاطب کرکے) فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم سب خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ حضور اس دن کا کوئی دوسرا نام تجویز فرمائیں گے۔ حضور نے فرمایا: کیا آج یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا بے شک آج یوم النحر ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ یہ کون سا مہینہ ہے۔ اس سوال کے جواب میں بھی ہم خاموش رہے اور ہم نے یہ گمان کیا کہ شائد حضور اس مہینے کا کوئی دوسرا نام تجویز کریں گے۔ حضور نے فرمایا کیا یہ ماہ ذوالحجہ نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا بالکل یہ ماہ ذو

الحجہ ہے۔اب آپ نے فرمایا بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبرو تمہارے درمیان اسی طرح محترم ہے جس طرح تمہارے اس شہر اس مہینے میں آج کا دن محترم و مکرم ہے۔

حق و صداقت کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ ایک ارشاد نبوی امن و سلامتی کا کامل نصاب، خیر و سلامتی کا ابدی و عالمی چارٹر اور اخوت و محبت، رافت و رحمت اور عزت و احترام کا ایک جامع دستاویز ہے۔اس اجمال کے بعد ذیل میں بندگان خدا کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت و صیانت کے لیے پیغمبر اسلام علیہ التحیۃ والثناء کی عظیم الشان مساعی جمیلہ کی تفصیل اختصار کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حلف الفضول اور پیغمبر امن ﷺ :

آفتاب رسالت 12 ربیع الاول واقعہ فیل سے 50 روز بعد بمطابق 22 اپریل 571ء صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ کی سرزمین پر دوشنبہ کے دن طلوع ہوا۔چھ سال کی عمر شریف تک آپ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی آغوش محبت میں پروان چڑھے۔والدہ ماجدہ کے وصال کے بعد دادا سیدنا عبد المطلب کے آغوش شفقت میں آگئے۔بچپن کا زمانہ دوسرے بچوں سے مختلف طہارت و پاکیزگی اور صداقت و شرافت کا آئینہ دار ثابت ہوا۔بچپن سے ہی آپ ﷺ نے صداقت و شرافت، امانت و دیانت۔نظافت و طہارت، اخوت و محبت اور عدالت و مساوات کے پیکر رہے کہ بہت جلد آپ مکہ مکرمہ میں صادق و امین جیسے القاب سے مشہور ہو گئے اور عنفوان شباب میں قدم رکھتے ہی آپ کی صداقت و امن پسندی پورے علاقے میں ضرب المثل بن گئی۔اسی زمانہ میں "حلف الفضول" کا واقعہ رونما ہوا جو مظلوم کی حمایت اور امن و امان کی ایک عمدہ کوشش تھی ۔ابھی پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا۔اعلان نبوت سے قبل یہ واقعہ پیش آیا۔چونکہ یہ تحریک مظلوم کی دادرسی اور امن و امان کے قیام کی ایک لائق تحسین کوشش تھی اس لیے پیغمبر امن سیدنا رسول اللہ ﷺ نہ صرف اس تحریک میں شامل ہوئے بلکہ رکن اعلیٰ کی حیثیت سے اپنی بھرپور خدمات بھی پیش کیں۔کتب سیرت میں "حلف الفضول " کے واقع ہونے کا سبب یوں مرقوم ہے:

"بنو زبید کا ایک شخص مکہ میں کچھ مال تجارت لے کر آیا۔اس مال تجارت کو (مکہ کے ایک شہری) عاص بن وائل نے خرید لیا لیکن اس سامان کی قیمت ادا نہیں کی۔تاجر بنو زبید کے مانگنے پر عاص نے انکار کر دیا۔تاجر بے چارا غریب الوطن۔اس سے کچھ نہ بن سکا تو وہ بیت اللہ میں داخل ہوا اور قریش کے لوگوں سے اس معاملے کی شکایت کی اور کہا کہ میں ٹھہرا اجنبی اور غریب

الدیار۔کچھ مال تجارت لے کر بغرض تجارت آپ کے دیار میں آیا تھا لیکن عاص نے مال تجارت خریدنے کے بعد قیمت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اور میں اپنی کمزوری اور غریب الوطنی کی وجہ سے اس سے اس مال کی قیمت لینے پر قادر نہیں ہوں۔ ہاں آپ لوگ عزو جاہ والے ہیں۔ اگر آپ لوگ میری مدد کریں تو غریب پر احسان ہو گا۔ غریب کی اس فریاد پر چند لوگوں نے اس کو یقین دلایا کہ اس کے ساتھ ناانصافی نہیں ہو گی۔ اس کو اس کے مال کی قیمت دلائی جائے گی۔ اس سلسلہ میں پیغمبر اسلام ﷺ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی تحریک اور کوششوں کے نتیجے میں بنوہاشم، بنوعبد المطلب اور خاندان زُہرہ وتَیم وغیرہ نے متحدہ طور پر اس تاجر کی مدد کے لیے حلف اٹھایا۔ حلف الفضول کے شرکانے حلف اٹھا کر عہد کیا کہ ہم لوگ

(1) ملک سے بے امنی دور کریں گے

(2) مسافروں کی حفاظت کریں گے

(3) غریبوں کی امداد کرتے رہیں گے

(4) مظلوم کی حمایت کریں گے

(5) کسی ظالم یا غاصب کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے [5]

اس مبارک حلف نامہ کے یہ الفاظ بھی پڑھیے اور شرکا کے جذبات کا اندازہ کیجیے۔

﴿بِاللهِ لَنَكُونَنَّ مَعَ الْمَظْلُومِ حَتَّى يُؤَدَّى إِلَيْهِ حَقُّهُ مَا بَلَّ بَحْرٌ صُوفَةً﴾ [6]

ترجمہ: اللہ کی قسم! ہم سب مظلوم کی مدد کریں جب تک کہ ظالم اسے اس کا حق ادا نہیں کر دیتا۔ اور ہمارا یہ معاہدہ اس وقت تک بر قرار رہے گا جب تک سمندر صوفہ کو بھگوتا رہے گا۔

ظلم و ستم، فتنہ و فساد اور بد عہدی و بد امنی کے تاریک ترین دور میں یہ پہلا چراغ امن تھا جسے پیغمبر امن ﷺ نے روشن فرمایا اور دنیا نے پہلی بار عدل و انصاف کا منور و خوبصورت چہرہ دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ عدل و انصاف اور امن امان کا یہ سعادت آثار منشور رسول مکرم ﷺ کو اس قدر محبوب و پسندیدہ تھا کہ اعلان نبوت کے بعد بھی آپ ﷺ اس کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں کتب حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے:

"اس معاہدہ سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر اس معاہدہ کے بدلے میں کوئی مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیتا تو مجھے اتنی خوشی نہیں ہوتی اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم یا" آل حلف الفضول" کہہ کر مجھے مدد کے لیے پکارے تو میں اس کی مدد کے لیے تیار ہوں۔[7]

یہ ارشاد "حلف الفضول" کے سالوں بعد کا ہے لیکن اس ارشاد کا ہر ہر لفظ اس امر کا غماز ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو عدل و انصاف بے حد محبوب تھا اور آپ کا مطمح نظر عالم میں امن و امان کا قیام اور دنیا کو فتنہ وفساد اور تباہی و بربادی کے ظلمت کدہ سے نکال کر امن وسکون سے ہمکنار کرنا تھا۔

امن ، اخلاق ، محبت ، رہ تسلیم و رضا
دین اسلام نے آدم کو یہ پیغام دیا

حجر اسود اور پیغمبر امن ﷺ :

اعلان نبوت سے قبل متعدد ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے آپ ﷺ کی راست بازی اور امن پسندی آفتاب عالم تاب کی طرح منور و تابناک نظر آتی ہے، ان ہی ایمان افروز واقعات میں سے تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کے نصب کرنے کا واقعہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر امن ﷺ اپنے عنفوان شباب میں اہل مکہ میں محترم و مکرم اور ایک امانت دار و راست باز، پرکشش شخصیت کے طور پر جانے اور مانے جاتے تھے۔ وہیں اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہر جگہ اور ہر حال میں عدل وانصاف، امن و امان اور خیر و سلامتی کو عملاً نافذ کرنے کی سعی فرماتے تھے۔
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ "جب آپ ﷺ کی عمر پینتیس برس کی ہوئی تو زور دار بارش سے حرم کعبہ میں ایسا عظیم سیلاب آگیا کہ کعبہ کی عمارت بالکل ہی منہدم ہو گئی، حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام کا بنایا ہوا کعبہ بہت پرانا ہو چکا تھا، عمالقہ، قبیلہ جرہم اور قصی وغیرہ اپنے اپنے وقتوں میں اس کعبہ کی تعمیر و مرمت کرتے رہے تھے مگر چونکہ عمارت نشیب میں تھی اس لیے پہاڑیوں سے برساتی پانی کے بہاؤ کا زور دار دھارا وادی مکہ میں ہو کر گزرتا تھا اور اکثر حرم کعبہ میں سیلاب آجاتا تھا۔ اس لیے قریش نے یہ طے کیا کہ عمارت کو ڈھا کر پھر سے کعبہ کی ایک مضبوط عمارت بنائی جائے جس کا دروازہ بلند ہو اور چھت بھی ہو ۔چنانچہ قریش نے مل جل کر تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اس تعمیر میں حضور ﷺ بھی شریک ہوئے اور سرداران قریش کے دوش بدوش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔ مختلف قبیلوں نے تعمیر کے لیے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے۔ جب عمارت "حجر

اسود" تک پہنچ گئی، تو قبائل میں سخت جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہی چاہتا تھا کہ ہم ہی "حجر اسود" کو اٹھا کر دیوار میں نصب کریں ۔ تا کہ ہمارے قبیلہ کے لیے یہ فخر و اعزاز کا باعث بن جائے۔ اس کشمکش میں چار دن گزر گئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ تلواریں نکل آئیں ۔ بنو عبد الدار اور بنو عدی کے قبیلوں نے تو اس پر جان کی بازی لگا دی اور زمانہ جاہلیت کے دستور کے مطابق اپنی قسموں کو مضبوط کرنے کے لیے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔ پانچویں دن حرم کعبہ میں تمام قبائل عرب جمع ہوئے اور اس جھگڑے کو طے کرنے کے لیے ایک بڑے بوڑھے شخص نے یہ تجویز پیش کی کہ کل جو شخص صبح سویرے سب سے پہلے حرم کعبہ میں داخل ہو اس کو پنچ مان لیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کر دے سب اس کو تسلیم کر لیں۔ چنانچہ سب نے یہ بات مان لی۔ خدا عزوجل کی شان کہ صبح کو جو شخص حرم کعبہ میں داخل ہوئے وہ حضور رحمت عالم ﷺ ہی تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب پکار اٹھے کہ واللہ یہ "امین" ہیں لہٰذا ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔"[8]

ایک اہم، حساس، نازک اور عظیم ترین مسئلہ میں تمام قبائل عرب کا بیک زبان و دل پیغمبر امن ﷺ کو اپنا حاکم و جج تصور کر لینا اور پھر ان کے فیصلے کو بلا چوں و چرا حرف بہ حرف تسلیم کرنا اس امر پر برہان قوی ہے کہ اعلان نبوت سے قبل بھی آپ ﷺ کی راست بازی، امانت داری، حلم و بردباری، اور طہارت و پاکیزگی پر قبائل عرب کا اجماع و اتفاق تھا اور آپ بلا شک و ریب سب کے مقتدا، مہتدا اور قائد و حکم تصور کیے جاتے تھے۔

اللہ رے وسعت ترے دامان کرم کی
اس بحر کا ملتا نہیں ڈھونڈے سے کنارا

اب حضور اکرم ﷺ کا قائدانہ فیصلہ عقیدت و محبت کی عینک لگا کر پڑھیں اس فیصلے کے ایک ایک لفظ سے عدل و انصاف، اخوت و محبت، امانت و دیانت اور امن و آشتی کے پھول جھڑ رہے ہیں۔

" آپ ﷺ نے اس جھگڑے کا اس طرح تصفیہ فرمایا کہ پہلے آپ نے یہ حکم دیا کہ جس جس قبیلہ کے لوگ حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کے مدعی ہیں ان کا ایک ایک سردار چن لیا جائے۔ چنانچہ ہر قبیلہ والوں نے اپنا اپنا سردار چن لیا۔ پھر حضور ﷺ نے اپنی چادر مبارک کو بچھا کر حجر اسود کو اس پر رکھا اور سرداروں کو حکم دیا کہ سب لوگ اس چادر کو تھام کر مقدس پتھر کو اٹھائیں۔ چنانچہ سب سرداروں نے چادر کو اٹھایا اور جب حجر اسود اپنے مقام تک پہنچ گیا تو حضور ﷺ نے اپنے متبرک ہاتھوں

سے اس مقدس پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس طرح ایک ایسی خونریز لڑائی ٹل گئی جس کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنا خون خرابا ہوتا"۔[9]

اعلان نبوت کے بعد حضور کی امن پسندی:

پیغمبر امن ﷺ کی عمر مبارک کا چالیسواں سال تھا، غار حراء میں رسول مکرم پیغمبر امن ﷺ مصروف عبادت تھے، اچانک اس غار میں روح الامین یعنی فرشتوں کے سردار حضرت جبریئل علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر حاضر ہوئے اور پھر آپ ﷺ حکم خداوندی کے بموجب دعوت حق، تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کمربستہ ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فاران کی چوٹی سے اعلان نبوت فرمایا، اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال تک آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں رہ کر دعوت حق اور تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اعلان نبوت کے بعد مکہ کا نقشہ بالکل بدل چکا تھا۔ آپ ﷺ کو "صادق الوعد" اور "امین اعظم" کے لقب سے خطاب کرنے والے لوگ اعلان حق کے نتیجے میں آپ ﷺ کے جانی دشمن بن چکے تھے۔ آپ ﷺ کی ذات پر پھبتیاں کسی جا رہی تھیں، لوگ آپ کو ساحر و مجنون اور نہ جانے کیا کیا کہہ کر اپنی بد باطنی کا ثبوت پیش کر رہے تھے، گستاخی کا بازار گرم تھا۔ لیکن اس تکلیف دہ حالات میں بھی پیغمبر امن ﷺ صبر کی تصویر کامل بنے رہے۔ کسی کا جواب تو درکنار لب نازنین پر اُف تک نہیں آیا بلکہ گالی کا جواب آپ ﷺ نے تبسم ریز لبوں سے دیا اور اس طرح آپ ﷺ نے دنیا کو ایک نئے فلسفۂ جواب سے آگاہ کیا کہ گالی اور بدگوئی کا جواب گالی یہ ہلاکت اور بدامنی کا سبب ہے جبکہ گالی کا جواب تبسم اپنے انجام کار کے اعتبار سے خیر و سلامتی اور اخوت و مروت کا سبب ہے۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو قبیلہ بنو ہاشم جو قبائل قریش میں سب سے معزز اور بااثر قبیلہ تھا ان سے اپنی رشتہ داری کا پاس دے کر انہیں قبائل قریش سے انتقام لینے پر آمادہ کر سکتے تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے عفو، درگزر کے اصول کو اپنا کر اپنی امن پسندی کی ایسی داستان قرطاس عالم پر رقم فرمائی جو صبح قیامت تک تابناک رہے گی۔ اب آپ دل تھام لیجیے او آئیندہ صفحات پر مشتے نمونہ از خروارے کے طور پیغمبر امن ﷺ پر ظلم و ستم کی صرف دو مثالیں رقم کی جا رہی ہیں جس سے اندازہ ہو گا کہ ظلم و ستم اور فتنہ و فساد کی کیسی کالی گھٹا میں پیغمبر امن ﷺ نے بلاخوف و خطر امن پسندی کا مظاہرہ فرمایا تھا اور عفو و درگزر کے اصول پر کاربند رہے تھے۔ صحیح بخاری کی روایت ہے: "ایک روز پیغمبر اسلام حرم کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ ایک بد باطن عقبہ بن معیط نے آپ کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑ پڑے، آپ نے عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور

فرمایا: کیا ایک انسان کو اس وجہ سے مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور بے شک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف لائے ہیں۔[10]

حضرت ابو طارق کہتے ہیں کہ میں نے (اسلام لانے قبل) رسول اللہ ﷺ کو "ذوالمجاز" کے بازار میں دیکھا کہ آپ قبائل عرب کو ایک خدا کی پرستش کی طرف بلا رہے تھے۔ ان کے پیچھے ایک شخص تھا وہ انہیں پتھروں سے مار رہا تھا یہاں تک کہ ان کے ٹخنے خون آلود ہو گئے تھے۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا: اے لوگو! اس کی بات مت سنو۔ یہ جھوٹا ہے، میں نے اس مظلوم کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ محمد بن عبد اللہ ہیں جو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت اور اپنی رسالت کی طرف لوگوں کو بلا رہے ہیں۔ پھر میں نے اس ظالم کے بارے میں دریافت کیا کہ انہیں پتھر مارنے والا کون ہے ؟ تو لوگوں نے بتایا کہ وہ ابو لہب ہے۔[11]

اب رسول مکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی نمناک آنکھوں کے ساتھ ملاحظہ کیجیے:

﴿لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللَّهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ﴾[12]

ترجمہ: اللہ رب العزت کی راہ میں مجھے اس قدر ڈرایا گیا کہ کسی اور کو نہیں ڈرایا گیا ہو گا اور اللہ کی راہ میں مجھے اس قدر تکلیف دی گئی کہ کسی اور کو اتنی تکلیف نہیں دی گئی ہو۔ مجھ پر تیس راتیں ایسی گزریں کہ میرے اور بلال کے پاس کھانے کے لیے صرف وہ تھوڑی چیزیں تھیں جو بلال اپنی بغل میں دبا کر لائے تھے۔

یہ اور اس طرح کی کثیر روایات کتب حدیث میں موجود ہیں جس میں پیغمبر اسلام ﷺ پر کیے جانے والے مظالم کی داستانیں موجود ہیں۔ جنہیں پڑھ کر دل کی دنیا میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے، دماغ کا عالم زیر و زبر ہو جاتا ہے اور پورا وجود ایک اضطرابی کیفیت محسوس کرتا ہے لیکن قربان جایئے پیغمبر امن ﷺ کی امن پسندی پر کہ خدائی طاقت و قوت پاس میں ہوتے ہوئے دشمن سے انتقام لینے کے در پہ نہیں ہوتے بلکہ عفو و در گزر اور معافی کا مظاہرہ کر کے دنیا کے سامنے امن کی عملی مثال پیش فرماتے ہیں۔ اور عفو و در گزر کا اعلان ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنِ﴾[13]

یعنی: اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے اس لیے کہ وہ مجھے جانتے نہیں ہیں۔

عفو و درگزر کا یہ منظر آسمان نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ دنیا والوں نے اس ذات گرامی کے ساتھ ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ اگر وہ مظالم پہاڑ پر ڈھائے جاتے تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا لیکن اس ذات والا صفات نے قدرت و طاقت کے باوجود اپنے دشمنوں سے انتقام نہیں لیا، انتقام کجا غیظ و غضب کا بھی اظہار نہیں کیا بلکہ معافی کا پروانہ عطا کرتے ہوئے انہیں اپنی رحمت و رافت کی چادر میں چھپا لیا۔

اے چشمہ رحمت بابی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا
جب تونے کیا نیک سلوک ان سے کیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

افراد سازی اور پیغمبر امن ﷺ :

حضور اکرم ﷺ نے اپنے تیرہ سالہ مکی زندگی میں امن کے قیام اور اسلام کے فروغ کے لیے جس چیز پر بطور خاص توجہ مرکوز فرمائی ہے وہ ہے فرد کی اصلاح اور معاشرہ کو کامل انسان فراہم کرنا۔ ظاہر ہے کہ ملت کی اصلاح فرد کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں ۔جب ملت کے افراد نیک طینت اور پاکیزہ خصلت ہوں گے تو ایک صالح معاشرہ تشکیل پائے گا۔ اسی سبب سے پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام نے تیرہ سالہ مکی زندگی میں افراد سازی کے کار عظیم پر توجہ فرمائی اور چند سالوں کی انتھک کوشش کے نتیجے میں حضور اکرم ﷺ نے متعدد صالح، نیک، شریف، امن پسند، پاکیزہ، پاکباز اور کامل انسان پیدا کیے جو امن عالم کی تشکیل میں پیغمبر امن کے دست و بازو بنے اور ان پاکباز ہستیوں کے وجود مسعود سے عالم میں امن و امان اور خیر و سلامتی کا بول بالا ہوا۔

بطور ثبوت ان پاکباز افراد میں سے فقط ایک کا نام ہی کافی ہے۔ اور وہ ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ۔ جن کی صداقت و شجاعت اور عدالت و مساوات کا چرچا آج بھی پوری دنیا میں ہے۔ اپنے تو اپنے غیر بھی ان کے ان صفات کے قائل اور مداح ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف سے متعلق کتب سیرت میں کثیر روایات موجود ہیں۔ اختصار کے پیش نظر فقط ایک روایت پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

عہد فاروقی میں غسان کا حکمران "جبلہ بن الایہم" مکہ مکرمہ آیا۔ طواف کعبۃ اللہ کے دوران اس بادشاہ نے کبر و غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بدو اور غریب کو تھپڑ مارا۔ وہ مظلوم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے انصاف کی گہار لگائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبلہ بن الایہم کو پکڑ کر اس بدو کے حوالے کر دیا جائے اور یہ مظلوم اس جبلہ کے منہ پر اسی طرح تھپڑ مارے جس طرح اس نے اس کو مارا ہے۔

ایک بدو کی فریاد پر غسان کے بادشاہ سے قصاص لینا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن عدل و انصاف کے پیکر نے اس نازک موقع پر بھی عدل و مساوات کا مظاہرہ کرتے ہوئے فیصلہ غریب مظلوم کے حق میں فرمایا اور یہ ثابت کر دیا کہ غلامان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عدل کا اجرا ہر قسم کے بھید بھاؤ سے اوپر اٹھ کر صرف اور صرف حق کو نظر میں رکھ کر کیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ عدل فاروقی کی عظیم مثال ہے۔

ہجرت حبشہ اور پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم :

جب کفار قریش نے ظلم و ستم سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو اجازت دی کہ وہ حبشہ (موجودہ نام ایتھوپیا) جا کر پناہ لیں اور پر امن طریقہ سے زندگی بسر کریں چنانچہ اعلان نبوت کے پانچویں سال رجب کے مہینے میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ کفار مکہ کو جب ان لوگوں کی ہجرت کا پتا چلا تو ان ظالموں نے ان لوگوں کی گرفتاری کے لیے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ اس لیے کفار ناکام واپس لوٹے۔ یہ مہاجرین کا قافلہ حبشہ کی سرزمین میں اتر کر امن و امان کے ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ مگر کفار مکہ کو کب گوارا ہو سکتا تھا کہ فرزندان توحید کہیں امن و چین کے ساتھ رہ سکیں۔ ان ظالموں نے کچھ تحائف کے ساتھ "عمرو بن العاص" اور "عمارہ بن ولید" کو بادشاہ حبشہ کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ان دونوں نے نجاشی کے دربار میں پہنچ کر تحفوں کا نذرانہ پیش کیا اور بادشاہ کو سجدہ کر کے یہ فریاد کرنے لگے کہ اے بادشاہ! ہمارے کچھ مجرم مکہ سے بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ آپ ہمارے ان مجرموں کو ہمارے حوالہ کر دیجیے۔ یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں کو دربار میں

طلب کیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے نمائندہ بن کر گفتگو کے لیے آگے بڑھے اور دربار کے آداب کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ صرف سلام کر کے کھڑے ہو گئے۔ درباریوں نے ٹوکا تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے میں بادشاہ کو سجدہ نہیں کر سکتا۔[14]

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی بادشاہ کے سامنے جو خطاب ارشاد فرمایا اس کا ایک ایک لفظ حضور کی امن پسندی اور راست بازی کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے کہتے ہیں:

"اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ شرک و بت پرستی کرتے تھے۔ لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، ظلم و ستم اور طرح طرح کی بدکاریوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری قوم میں ایک شخص کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جس کے حسب و نسب اور صدق و دیانت کو ہم پہلے سے جانتے تھے، اس رسول نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک دیا اور صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیا اور ہر قسم کے ظلم و ستم اور تمام برائیوں اور بدکاریوں سے ہم کو منع کیا۔ ہم اس رسول پر ایمان لائے اور شرک و بت پرستی چھوڑ کر تمام برے کاموں سے تائب ہو گئے۔ بس یہی ہمارا گناہ ہے جس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی اور ان لوگوں نے ہمیں اتنا ستایا کہ ہم اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر آپ کی سلطنت کے زیر سایہ پر امن زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اب یہ لوگ ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم پھر اسی پرانی گمراہی میں واپس لوٹ جائیں۔"

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سے نجاشی بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ یہ دیکھ کر کفار مکہ کے سفیر عمرو بن العاص نے اپنے ترکش کا آخری تیر بھی پھینک دیا اور کہا کہ اے بادشاہ! یہ مسلمان لوگ آپ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ دوسرا ہی اعتقاد رکھتے ہیں جو آپ کے عقیدہ کے بالکل ہی خلاف ہے۔ یہ سن کر نجاشی بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے سورۂ مریم کی تلاوت فرمائی۔ کلام ربانی کی تاثیر سے نجاشی بادشاہ کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ اس پر رقت طاری ہو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہم کو یہی بتایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں جو کنواری مریم رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے بغیر باپ کے خدا کی قدرت کا نشان بن کر پیدا ہوئے۔ نجاشی بادشاہ نے بڑے غور سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر کو سنا اور یہ کہا کہ بلاشبہ انجیل اور قرآن دونوں ایک ہی آفتاب ہدایت کے دو نور ہیں اور یقینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خدا کے وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی ہے

اور اگر میں دستور سلطنت کے مطابق تخت شاہی پر رہنے کا پابند نہ ہوتا تو میں خود مکہ جا کر رسول اکرم ﷺ کی جوتیاں سیدھی کرتا اور ان کے قدم دھوتا۔ بادشاہ کی تقریر سن کر اس کے درباری جو کٹر قسم کے عیسائی تھے ناراض و برہم ہو گئے مگر نجاشی بادشاہ نے جوش ایمانی میں سب کو ڈانٹ پھٹکار کر خاموش کر دیا۔ اور کفار مکہ کے تحفوں کو واپس لوٹا کر عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو دربار سے نکلوا دیا اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ تم لوگ میری سلطنت میں جہاں چاہو امن و سکون کے ساتھ آرام و چین کی زندگی بسر کرو۔ کوئی تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔[15]

(واضح رہے کہ نجاشی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا۔ چنانچہ ان کے انتقال پر حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ حالانکہ نجاشی بادشاہ کا انتقال حبشہ میں ہوا تھا اور وہ حبشہ ہی میں مدفون بھی ہوئے مگر حضور ﷺ نے غائبانہ ان کی نماز جنازہ پڑھ کر ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔)

سبحان اللہ! حضرت جعفر بن ابی طالب کی یہ تقریر کیا ہے؟ ایک آئینہ حقیقت ہے جس میں صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی تعلیم حکمت، الفت، محبت، اخوت، مروت، عدالت، اخلاق، احسان اور اکرام واحترام انسانیت ہے۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی نے فتنہ وفساد، ظلم وستم، ذلت ونکبت جنگ وجدال، بدکاری و بے حیائی اور غلامی جیسی لعنت سے انسانوں کو آزاد کر کے بنی نوع آدم کو عزت سے ہمکنار کیا ہے اور عالم کے سامنے ایسا نظام محکم پیش کیا جس کا نفاذ امن وسلامت اور خیر وصلاح کا ضامن ہے۔

امن ، اخلاق ، محبت ، رہِ تسلیم و رضا
دین اسلام نے آدم کو یہ پیغام دیا

سفر ہجرت اور پیغمبر امن ﷺ:

پیغمبر اسلام ﷺ اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں اعلائے کلمۂ حق اور نفاذ امن کے لیے جہد مسلسل کرتے رہے، تبلیغ دین متین کی راہ میں آنے والی ہر مشکلات کا خندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کیا لیکن اپنے نصب العین سے کبھی صرف نظر نہیں فرمایا۔ آپ صرف مکہ والوں کے لیے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ ساری کائنات کے لیے رسول بنا کر مبعوث فرمائے گئے تھے۔ آپ کی ذمہ داری صرف مکہ والوں کی اصلاح نہ تھی بلکہ پوری دنیا میں بسنے والے قیامت تک کے بندگان خدا

کی اصلاح کی ذمہ داری آپ کو من جانب اللہ تفویض ہوئی تھی جس کے لیے ضروری تھا کہ آپ کو ایک پر سکون ماحول میسر آئے۔ جہاں اختلاف و انتشار سے دور رہ کر کار تبلیغ کو انجام دیا جاسکے اور دین کا ہمہ گیر پیغام اکناف عالم میں بسنے والے بندگان خدا تک پہنچایا جاسکے۔ چنانچہ یہی ضرورت در اصل مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی تمہید ثابت ہوئی جبکہ اس ہجرت کی ضرورت اس دن ناگزیر صورت میں سامنے آئی جب کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ کے قتل کی متفقہ پلاننگ کر لی اور ہر قبیلہ کے افراد نے یک جا ہو کر کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کر لیا۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو وحی کے ذریعہ کفار مکہ کے ناپاک ارادوں سے باخبر کر کے ہجرت مدینہ کا حکم فرمایا۔ بوقت محاصرہ حضور اکرم ﷺ اپنے کاشانۂ اقدس میں موجود تھے، حضور ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے ہجرت مدینہ کا حکم فرمایا ہے۔ اس لیے میں آج مدینہ کی طرف ہجرت کر رہا ہوں اور مشیت خداوندی یہ ہے کہ آپ میرے بعد ہجرت کریں۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہ لے جانے اور بعد میں ہجرت کی تلقین وہدایت کرنے کا جو ایمان افروز سبب رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے وہ اگر تعصب کی عینک اتار کر پڑھا جائے تو اس امر کا اقرار کیے بغیر چارہ نہ ہو گا کہ جو شخص اپنے بدترین دشمن کے ساتھ بھی امانت و دیانت اور راست بازی کا برتاؤ رکھتا ہے وہ بھلا اپنے خالق و مالک کے تئیں جھوٹ کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے، اس کی آواز یقیناً حق کی آواز ہو گی۔ اس کا پیغام یقیناً حق کا پیغام ہو گا۔ اور اس کی تعلیمات حق کی تعلیمات ہوں گی۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: "اے علی! تم میری سبز رنگ کی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو، اور میرے چلے جانے کے بعد تم قریش کی تمام امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر کے مدینہ چلے آنا"[16]

معلوم ہوا کہ کفار مکہ حضور کے بدترین دشمن تھے مگر اس کے باوجود اس وقت بھی حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر انہیں اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے قیمتی مال و اسباب حضور اکرم ﷺ کے پاس بطور امانت رکھتے تھے۔ تاریخ عالم میں یہ غیر معمولی مثال کہیں اور نظر نہیں آتی۔

مدینہ منورہ میں پیغمبر امن ﷺ کی امن پسندی:

اعلان نبوت کے چودھویں سال رسالت مآب ﷺ نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور اس طرح مدینہ منورہ کے افق پر اس کی دائمی و سرمدی عظمت و رفعت کا ہلال طلوع ہوا۔ پیغمبر امن صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشادات و ہدایات کی پہلی برکت جو اہل مدینہ کو میسر آئی وہ امن و سکون کی برکت ہے۔ کیونکہ تعلیمات نبوی کی ضیا بار کرنیں پہنچنے سے

قبل مدینہ منورہ کے افراد دو دھڑوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک قبیلہ "اوس" کے نام سے جانا جاتا تھا جبکہ دوسرا "خزرج" کے نام سے موسوم تھا اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے جانی دشمن تھے، یہاں تک کہ "جنگ بعاث" میں ان دونوں قبیلوں کے بڑے بڑے سردار اور نامور بہادر آپس میں لڑ لڑ کر قتل ہو چکے تھے اور ہر وقت دونوں قبیلہ ایک دوسرے کے خلاف بر سر پیکار رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی روز مرہ کی زندگی اجیرن بن چکی تھی، اس شر و فساد کے سنگین عالم میں قبیلہ "اوس" اور "خزرج" کو پیغمبر اسلام ﷺ کا دامن امن حاصل ہو گیا اور پھر "اوس" و "خزرج" کی ضرب المثل دشمنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور نہ صرف دشمنی ختم ہو گئی بلکہ "اوس" و "خزرج" باہم شیر و شکر ہو گئے اور مدینہ منورہ میں عرصۂ دراز سے فتنہ و فساد اور ظلم و ستم کی افسوسناک صورت حال نے ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں اور اس طرح پیغمبر امن ﷺ کے وجود مسعود کی برکت سے مدینہ منورہ امن و سکون کا گہوارہ بن گیا۔

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کا شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مدینہ میں عہد مواخات پُر امن دعوت کا ایک انقلابی پیغام:

مدینہ منورہ میں شمع رسالت پر نثار ہونے والے پروانے دو قسم کے تھے۔ ایک تو "اوس" و "خزرج" کے وہ سعادت مند حضرات جنہوں نے اسلام قبول کر کے دین متین کی نصرت و حمایت کا عہد کیا تھا۔ ان حضرات کو "انصار" کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جبکہ دوسرے وہ اصحاب عزیمت تھے جنہوں نے اللہ رب العزت ورسول اللہ ﷺ کی رضا و خوشنودی کے لیے وطن عزیز کو ہمیشہ کے لیے خیر آباد کہہ کر مہاجرانہ زندگی کو فوقیت دی تھی۔ ان حضرات کے پاس نہ گھر تھا نہ اثاثہ زندگی۔ سر چھپانے کے لیے نیلگوں آسمان اور سکونت کے لیے مسجد نبوی سے متصل ایک چبوترہ بس یہی کل ان کی دنیا تھی۔ ایسے پریشان کن عالم میں پیغمبر اسلام ﷺ نے "عہد مواخات" کا فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور دنیا کو الفت، محبت، مودت، مروت، اخوت اور بھائی چارہ سے روبرو کرایا۔ اس "عہد مواخات" کی تفصیل بخاری میں موجود ہے، چشم سرور سے پڑھیں اور پیغمبر امن ﷺ کی پر امن تعلیمات پر قربان جائیں۔

"مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ایک دن حضور ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مکان میں انصار و مہاجرین کو جمع فرمایا۔ اس وقت تک مہاجرین کی تعداد پینتالیس یا پچاس تھی۔ حضور ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں پھر مہاجرین و انصار میں سے دو دو شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد فرماتے ہی یہ رشتہ اخوت بالکل حقیقی بھائی جیسا رشتہ بن گیا۔ چنانچہ انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جا کر اپنے گھر کی ایک ایک چیز سامنے لا کر رکھ دی اور کہہ دیا کہ آپ ہمارے بھائی ہیں اس لیے ان سب سامانوں میں آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔ حد ہو گئی کہ حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ جو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مہاجر کے بھائی قرار پائے تھے ان کی دو بیویاں تھیں، حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میری ایک بیوی جسے آپ پسند کریں میں اس کو طلاق دے دوں اور آپ اس سے نکاح کر لیں۔

اللہ اکبر! اس میں شک نہیں کہ انصار کا یہ ایثار اور اخوت و بھائی چارہ ایک ایسا بے مثال شاہکار ہے کہ اقوام عالم کی تاریخ میں اس کی مثال مشکل سے ہی ملے گی مگر مہاجرین نے کیا طرز عمل اختیار کیا یہ بھی ایک قابل تقلید تاریخی کارنامہ ہے اور ایک قابل قدر، خوددار معاشرہ کا افتخار ہے۔ کتب حدیث میں مرقوم ہے کہ: حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کی اس مخلصانہ پیشکش کو سن کر حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے شکریہ کے ساتھ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ یہ سب مال و متاع اور اہل و عیال آپ کو مبارک فرمائے مجھے تو آپ صرف بازار کا راستہ بتا دیجیے۔ انہوں نے مدینہ کے مشہور بازار "قینقاع" کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بازار گئے اور کچھ گھی، کچھ پنیر خرید کر شام تک بیچتے رہے۔ اسی طرح روزانہ وہ بازار جاتے رہے اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ کافی مالدار ہو گئے اور ان کے پاس اتنا سرمایہ جمع ہو گیا کہ انہوں نے شادی کر کے اپنا گھر بسا لیا۔ جب یہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو کتنا مہر دیا؟ عرض کیا کہ پانچ درہم برابر سونا۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکتیں عطا فرمائے تم دعوتِ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے ہو۔[17]

عہد مواخات کی جو مبارک جھلک آپ نے اوپر کی سطروں میں ملاحظہ کیا اس کی حیثیت فقط ایک عہد و پیمان کی نہ تھی بلکہ یہ ایک ایسا نافذ العمل عہد و پیمان تھا کہ جس میں ایثار و قربانی اور محبت و مودت کی پر خلوص آمیزش تھی۔ جس نے دنیا کے سامنے رنگ و نسل اور بھید بھاؤ کے سارے بتوں کو پامال کر کے اخوت و محبت اور بھائی چارہ کا ایسا تاج محل قائم کیا جس کی نظیر لانا عنقا ہے۔

مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ اور پیغمبر امن ﷺ :

حضور اکرم ﷺ کی آمد آمد سے قبل مدینہ منورہ میں تین قسم کے لوگ آباد تھے، قبیلہ "اوس" کے لوگ، قبیلہ "خزرج" کے افراد اور یہود کے قبائل۔ قبیلہ "اوس" و "خزرج" کے لوگ تو داخل اسلام ہو چکے تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے نزول اجلال فرمانے کے بعد آپ نے یہود مدینہ سے عہد و پیمان لیا۔ اس عہد کا بنیادی مقصد مدینہ منورہ میں امن و امان کا قیام تھا تا کہ دونوں فریق امن و سکون کے ساتھ مدینہ منورہ میں رہیں اور باہم کوئی تصادم اور ٹکراؤ نہ ہونے پائے چنانچہ یہود مدینہ کو آپ ﷺ نے ایک دستاویز لکھوائی اس معاہدہ کی دفعات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(۱) خون بہا (جان کے بدلے جو مال دیا جاتا ہے) اور فدیہ (قیدی کو چھڑانے کے بدلے جو رقم دی جاتی ہے) کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی وہ قائم رہے گا۔

(۲) یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی ان کے مذہبی رسوم میں کوئی دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔

(۳) یہودی اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

(۴) یہودی یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

(۵) اگر مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق مل کر حملہ آور کا مقابلہ کریں گے۔

(۶) کوئی فریق قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہیں دے گا۔

(۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی اس مصالحت میں شامل ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ رہے گی۔ [18]

اس معاہدہ کی دفعات کے ہر لفظ سے امن و سلامتی کے نوع بنوع پھول جھڑ رہے ہیں۔ یہ فقط معاہدہ نہ تھا بلکہ رواداری، امن و سلامتی، آزادی، عدل و انصاف کا ایک نصاب تھا جس میں یہود کو دین و مذہب کی مکمل آزادی دی گئی تھی۔ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کو یقینی بنایا گیا تھا۔ طاقت و قوت کے باجود ظلم و جبر کی سیاست کا کوئی تصور نہیں تھا جو کہ پیغمبر امن ﷺ کی امن پسندی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

صلح حدیبیہ امن کا پیغام:

ہجرت کا چھٹا سال تھا۔ مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کو جلوہ افروز ہوئے چھ سال مکمل ہونے والے تھے، ان چھ برسوں میں قبائل عرب میں حضور اکرم ﷺ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں اسلام کا غلغلہ برپا تھا۔ لیکن پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام کی تبلیغ و ارشاد کا محور فقط مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور قرب و جوار کے قبائل نہیں تھے بلکہ حضور اکرم ﷺ کے پیش نظر پوری دنیا

میں کلمۂ حق اور نظام امن کا نفاذ تھا اور یہ امر بھی حضور اکرم ﷺ کے پیش نظر تھا کہ اس بڑے کاز کے لیے ماحول کا ساز گار اور پر سکون ہونا لازم ولابدی ہے، دوسری طرف مکہ کے کفار نے شر وفساد کا ماحول گرم کر رکھا تھا، سینکڑوں میل دور ہونے کے باوجود ان کی زندگی کی صبح وشام اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں بسر ہوتی تھیں۔ جس کی وجہ سے وہ خود بھی ہیجانی زندگی گزارتے تھے اور ان کے فتنوں کے سبب مسلمانان مدینہ بھی پر سکون نہیں رہ سکتے تھے، اس لیے حضور ﷺ کی یہ دلی خواہش تھی کہ کفار مکہ کی طرف سے فتنہ وفساد کا سلسلہ تھم جائے تاکہ پر سکون ماحول میں ارشاد وہدایت کا سلسلہ برق رفتاری کے ساتھ آگے کی سمت رواں دواں ہو۔ اور حضور اکرم ﷺ کو یہ سنہرا موقع ہجرت کے چھٹے سال مقام حدیبیہ میں نظر آیا۔ اور امن وسکون کی بحالی کے لیے حضور اکرم ﷺ نے بغیر پس وپیش کے کفار سے صلح کی جسے تاریخ اسلامی میں " صلح حدیبیہ " کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کا آغاز یوں ہوا کہ ذوالقعدہ ۶ھ میں حضور ﷺ چودہ سو صحابۂ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ کو اندیشہ تھا کہ شاید کفار مکہ ہمیں عمرہ ادا کرنے سے روکیں گے۔ اس لیے آپ ﷺ نے پہلے ہی قبیلۂ خزاعہ کے ایک شخص کو مکہ بھیج دیا تھا تاکہ وہ کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب آپ ﷺ کا قافلہ مقام "عسفان" کے قریب پہنچا تو وہ شخص یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے تمام قبائل عرب کے کافروں کو جمع کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ کفار قریش نے اپنے تمام ہمنوا قبائل کو جمع کر کے ایک فوج تیار کر لی اور مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لیے مکہ سے باہر نکل کر مقامِ "بلدح" میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اور خالد بن الولید اور ابو جہل کا بیٹا عکرمہ یہ دونوں دو سو چنے ہوئے سواروں کا دستہ لے کر مقام "غمیم" تک پہنچ گئے۔ جب حضور ﷺ کو راستہ میں خالد بن الولید کے سواروں کی گرد نظر آئی تو آپ ﷺ نے شاہراہ سے ہٹ کر سفر شروع کر دیا اور عام راستہ سے کٹ کر آگے بڑھے اور مقام "حدیبیہ" میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ مقام حدیبیہ میں پہنچ کر حضور ﷺ نے یہ دیکھا کہ کفار قریش کا ایک عظیم لشکر جنگ کے لیے آمادہ ہے اور ادھر یہ حال ہے کہ سب لوگ احرام باندھے ہوئے ہیں اس حالت میں جوئیں بھی نہیں مار سکتے تو آپ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ کفار مکہ سے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لیے کسی کو مکہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا۔ انہوں نے مکہ پہنچ کر کفار قریش کو حضور ﷺ کی طرف سے صلح کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی مالداری اور اپنے قبیلہ والوں کی حمایت وپاسداری کی وجہ سے کفار قریش کی نگاہوں میں بہت زیادہ معزز تھے۔ اس

لیے کفار قریش ان پر کوئی دست درازی نہیں کر سکے۔ بلکہ ان سے یہ کہا کہ ہم آپ کو اجازت دیتے ہیں کہ آپ کعبہ کا طواف اور صفاو مروہ کی سعی کر کے اپنا عمرہ ادا کر لیں مگر ہم محمد (ﷺ) کو ہر گز ہر گز کعبہ کے قریب نہ آنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں بغیر رسول اللہ ﷺ کو ساتھ لیے کبھی ہر گز ہر گز اکیلے اپنا عمرہ نہیں ادا کر سکتا۔ حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بدیل بن ورقاء خزاعی تھا۔ ان کا قبیلہ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ لوگ حضور ﷺ کے حلیف اور انتہائی مخلص و خیر خواہ تھے۔ بدیل بن ورقاء نے آپ ﷺ کو خبر دی کہ کفار قریش نے کثیر تعداد میں فوج جمع کر لی ہے اور فوج کے ساتھ راشن کے لیے دودھ والی اونٹنیاں بھی ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے اور آپ کو خانہ کعبہ تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم قریش کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم جنگ چاہتے ہیں۔ ہم یہاں صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ مسلسل لڑائیوں سے قریش کو بہت کافی جانی و مالی نقصان پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا ان کے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ وہ جنگ نہ کریں بلکہ مجھ سے ایک مدت معینہ تک کے لیے صلح کا معاہدہ کر لیں اور مجھ کو اہل عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اگر قریش میری بات مان لیں تو بہتر ہو گا اور اگر انہوں نے مجھ سے جنگ کی تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ میری گردن میرے بدن سے الگ ہو جائے۔

بدیل بن ورقاء آپ ﷺ کا یہ پیغام لے کر کفار قریش کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (ﷺ) کا ایک پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں ان کا پیغام تم لوگوں کو سناؤں۔ کفار قریش کے شرارت پسند لونڈے جن کا جوش ان کے ہوش پر غالب تھا شور مچانے لگے کہ نہیں! ہر گز نہیں! ہمیں ان کا پیغام سننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کفار قریش کے سنجیدہ اور سمجھدار لوگوں نے پیغام سنانے کی اجازت دے دی اور بدیل بن ورقاء نے حضور ﷺ کی دعوت صلح کو ان لوگوں کے سامنے پیش کر دیا۔ اس کے بعد قریش کے معمر لوگ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، باہمی گفتگو کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کفار مکہ سے معاہدہ کر لیا اور اس معاہدہ کو لکھ لیا گیا۔ اس صلح نامہ میں یہ طے کر دیا گیا کہ فریقین کے درمیان دس سال تک لڑائی بالکل موقوف رہے گی۔ صلح نامہ کی باقی دفعات اور شرطیں یہ تھیں کہ:

(۱) مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔

(۲) آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہر کر واپس چلے جائیں۔

(۳) تلوار کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار لے کر نہ آئیں۔ تلوار بھی نیام کے اندر رکھ کر تھیلے وغیرہ میں بند ہو۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی مکہ میں رہنا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے۔

لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ میں چلا جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر لیں۔

یہ شرطیں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمان رسالت کے خلاف دم مارنے سے مجبور تھے۔[19]

اس صلح کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مغلوبانہ صلح اور ذلت آمیز معاہدہ سمجھا مگر اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا﴾

اے حبیب! ہم نے آپ کو فتح مبین عطا کی۔

خداوند قدوس نے اس صلح کو "فتح مبین" بتایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ "فتح" ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ہاں! یہ فتح ہے۔"

گو اس وقت اس صلح نامہ کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے خیالات اچھے نہیں تھے۔ مگر اس کے بعد کے واقعات نے بتا دیا کہ درحقیقت یہی صلح تمام فتوحات کی کنجی ثابت ہوئی اور سب نے مان لیا کہ واقعی صلح حدیبیہ ایک ایسی فتح مبین تھی جو مکہ میں اشاعت اسلام بلکہ فتح مکہ کا ذریعہ بن گئی۔ اب تک مسلمان اور کفار ایک دوسرے سے الگ تھلگ رہتے تھے ایک دوسرے سے ملنے جلنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا مگر اس صلح کی وجہ سے ایک دوسرے کے یہاں آمد و رفت آزادی کے ساتھ گفت و شنید اور تبادلۂ خیالات کا راستہ کھل گیا۔ کفار مدینہ آتے اور مہینوں ٹھہر کر مسلمانوں کے کردار و اعمال کا گہرا مطالعہ کرتے۔ اسلامی مسائل اور اسلام کی خوبیوں کا تذکرہ سنتے جو مسلمان مکہ جاتے وہ اپنے چال چلن، عفت شعاری اور عبادت گزاری سے کفار کے

دلوں پر اسلام کی خوبیوں کا ایسا نقش بٹھا دیتے کہ خود بخود دشمنانِ اسلام مذہبِ اسلام کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک اس قدر کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے کہ اتنے کبھی نہیں ہوئے تھے۔[20]

فتح مکہ کے دن پیغمبر امن ﷺ کا پیام امن:

دو سال تک یہ معاہدہ قائم رہا لیکن اس کے بعد کفار مکہ نے عہد شکنی کا مظاہرہ کیا۔ اس طور پر کہ صلح حدیبیہ میں قرار پایا تھا کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد ﷺ سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ عزوجل و ﷺ سے امداد باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آ رہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفار قریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفار قریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفارِ قریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔ بے چارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جان بچانے کے لیے حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لیے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار "نوفل" اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آ سکتا۔ چنانچہ ان درندہ صفت خونخوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب خوب حصہ لیا۔[21]

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کرکے آپ کے حلیف بن چکے تھے، اس لیے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا، یہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے تیئیس (۲۳) آدمی قتل ہوگئے۔

اس حادثہ کے بعد قبیلۂ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ بارگاہِ رسالت میں پہنچے اور گڑگڑا کر حضور ﷺ سے فریاد رسی کی حضور ﷺ نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لیے تیار ہوں۔[22]

کفار قریش عہد شکنی کرکے معاہد حدیبیہ کو عملی طور پر تار تار کر چکے تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کی یہ امن پسندی اور اعلیٰ ظرفی تھی کہ معاہدہ کو فی الفور کالعدم قرار نہیں دیا بلکہ قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کرلیں:

(۱) بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہادیا جائے۔

(۲) قریش قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کردیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور ﷺ کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمر نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ "نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے۔ ہاں تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔"

لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد (ﷺ) ہم پر حملہ کردیں گے۔ اس کے بعد حضور نے مسلمانوں کو حملے کی تیاری کے لیے حکم دیا۔ غرض ۱۰ رمضان ۸ھ کو رسول اکرم ﷺ مدینہ سے دس ہزار کا لشکرِ جرار ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ فتح مکہ میں آپ کے ساتھ بارہ ہزار کا لشکر تھا ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مدینہ سے روانگی کے وقت دس ہزار کا لشکر رہا ہو۔ پھر راستہ میں بعض قبائل اس لشکر میں شامل ہوگئے ہوں تو مکہ پہنچ کر اس لشکر کی تعداد بارہ ہزار ہوگئی ہو۔ مختصر حضور ﷺ مسلمانوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ

شان کے ساتھ داخل ہوئے۔ اب حضور اکرم ﷺ کے اکرام وانعام کی جس طرح بارش ہوئی وہ ذیل کی سطروں میں ملاحظہ کیجیے اور اندازہ کیجیے کہ پیغمبر امن ﷺ نے کس طرح امن کا چراغ روشن کیا ہے۔

ابو سفیان بن حرب کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں تھی۔ مکہ میں رسول کریم ﷺ کو سخت سے سخت ایذائیں دینی، مدینہ پر بار بار حملہ کرنا، قبائل عرب کو اشتعال دلا کر حضور ﷺ کے قتل کی بارہا سازشیں، یہودیوں اور تمام کفار عرب سے ساز باز کر کے اسلام اور بانی اسلام کے خاتمہ کی کوششیں یہ وہ نا قابل معافی جرائم تھے جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ابو سفیان کا قتل بالکل درست و جائز اور بر محل ہے۔ لیکن رسول کریم ﷺ جن کو قرآن نے "رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ان کی رحمت چمکار چمکار کر ابو سفیان کے کان میں کہہ رہی تھی کہ اے مجرم! مت ڈر۔ یہ دنیا کے سلاطین کا دربار نہیں ہے بلکہ یہ رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ رحمت ہے۔ بخاری شریف کی روایت تو یہی ہے کہ ابو سفیان بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے تو فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔ اس لئے جان بچ گئی۔

جس وقت اسلام کا عظیم لشکر مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہا تھا تو انصار کے علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش انتقام میں آکر یہ نعرہ لگانے لگے:

﴿اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ الْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْكَعْبَةُ﴾

آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں خونریزی حلال کر دی جائے گی۔

اس بات کو سن کر پیغمبر امن ﷺ نے برہمی کا اظہار فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سعد بن عبادہ نے اتنی غلط بات کیوں کہہ دی۔ آپ نے ان کے ہاتھ سے جھنڈا لے کر ان کے بیٹے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

اور ارشاد فرمایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے غلط کہا، آج تو کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ آج تو کعبہ کو لباس پہنانے کا دن ہے۔

﴿اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ﴾ آج کا دن تو رحمت کا دن ہے۔

تاجدار دو عالم ﷺ نے مکہ کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری فرمایا وہ یہ اعلان تھا کہ جس کے لفظ لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے ہیں:

"جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کے لئے امان ہے۔

جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے گا اس کے لئے امان ہے۔

جو کعبہ میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے امان ہے۔"

اس موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ابو سفیان ایک فخر پسند آدمی ہے اس کے لیے کوئی ایسی امتیازی بات فرما دیجئے کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ "جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے امان ہے۔" ان لوگوں کو بھی امان دے دی ہے جو اپنے دروازے بند کر لیں یا مسجد حرام میں داخل ہو جائیں یا ہتھیار ڈال دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی اونٹنی "قصواء" پر سوار تھے۔ ایک سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری جانب اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا جس کے درمیان کوکبۂ نبوی تھا۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ و جلال کے باوجود شہنشاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فتح کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ لگ جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تواضع خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لیے تھی۔[23]

کفارِ مکہ سے خطاب

اس کے بعد شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کئے ہوئے لرزاں و ترساں اشراف قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفاکاروں میں وہ لوگ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے جو بارہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے۔ وہ خونخوار بھی تھے جنھوں نے بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملے کیے تھے۔ وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو شہید اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلا گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنھوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا اور ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ وہ آپ کے خون کے پیاسے بھی تھے جن کی تشنہ لبی اور پیاس خون نبوت کے سوا کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفاکار و خونخوار بھی تھے جن کے جارحانہ

حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے درودیوار دہل چکے تھے۔ حضور ﷺ کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ان کی ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے، ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے۔ وہ ستم گار جنھوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کو رسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریتوں پر لٹایا تھا، کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیئے تھے، سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگاری کے پیکر، جن کے جسم کے رونگٹے رونگٹے اور بدن کے بال بال ظلم وعدوان اور سرکشی وطغیان کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین وانصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کووں کو کھلا دی جائیں گی اور انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گی اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گی ان مجرموں کے سینوں میں خوف وہراس کا طوفان اُٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آگئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آرہے تھے۔ اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ نے پوچھا کہ "بولو! تم کو کچھ معلوم ہے؟ کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔"

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اُٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر اُمید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہو کر بولے کہ:

﴿اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ﴾

آپ کرم والے بھائی اور کرم والے باپ کے بیٹے ہیں۔

سب کی للچائی ہوئی نظریں جمال نبوت کا منہ تک رہی تھیں۔ اور سب کے کان شہنشاہ نبوت کا فیصلہ کن جواب سننے کے منتظر تھے کہ اک دم دفعۃً فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ

﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ﴾

آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمان رسالت سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرط ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات شکر کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار کی زبانوں پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ کے نعروں سے حرم کعبہ کے درو دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔ ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا، فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ۔

جہاں تاریک تھا، بے نور تھا اور سخت کالا تھا

کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار نے مہاجرین کی جائدادوں، مکانوں، دکانوں پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے اور ان سب جائدادوں، مکانوں، دکانوں اور سامانوں کو مکہ کے غاصبوں کے قبضوں سے واگزار کر کے مہاجرین کے سپرد کیے جاتے۔ لیکن شہنشاہ رسالت نے مہاجرین کو حکم دے دیا کہ وہ اپنی کل جائدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کر دیں۔

اللہ اکبر! اے اقوام عالم کی تاریخی داستانو! بتاؤ کیا دنیا کے کسی فاتح کی کتاب زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے دھرتی! خدا کے لئے بتا؟ اے آسمان! اللہ کے لیے بول۔ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے؟ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا ہو؟ اے چاند اور سورج کی چمکتی اور دور بین نگاہو! کیا تم نے لاکھوں برس کی گردش لیل و نہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے؟ تم اس کے سوا اور کیا کہو گے؟ کہ یہ نبی جمال و جلال کا وہ بے مثال شاہکار ہے کہ شاہان عالم میں اس کی نظیر تو کیا اس کا تصور بھی محال ہے۔[24]

خطبہ حجۃ الوداع امن عالم کا ابدی پیغام:

۱۰ھ میں آپ ﷺ نے ایک لاکھ چودہ ہزار اور دوسری روایتوں میں ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کے ساتھ حج ادا فرمایا۔ ہجرت کے بعد یہ آپ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اس حج کو "حجۃ الوداع" کے نام سے کتب سیرت میں یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر رسول اکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے متعدد مقام پر صحابہ کرام سے خطاب فرمایا۔ یہ خطبہ در اصل عدل و انصاف، امانت و دیانت، حق گوئی و بے باکی، طہارت و پاکیزگی، محبت و مودت، اخوت و بھائی چارگی اور امن و امان کی ایک دستاویز اور نسلی و نسبی

عصبیتوں کی شکار مظلوم انسانیت کے نام ایک انقلابی پیغام ہے۔ اس خطبہ کو خطبہ حجۃ الوداع کے نام شہرت حاصل ہے۔ علما نے اس عنوان پر باضابطہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ اس انقلابی خطبہ کے چند اقتباس پڑھنے سے قبل رومانیہ کے مشہور غیر مسلم ادیب گونسٹن ویٹر ریل جارج "خطبۂ حجۃ الوداع" پر ہمہ گیر اہمیت وافادیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"جب ہم یہ خطبہ پڑھتے ہیں تو باوجود ے کہ ہم یورپی ہیں اور پیغمبر امن (ﷺ) کی آواز ہم نے نہیں سنی اور نہ ہم اس مقام پر اس مجمع میں موجود تھے پھر بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، اسلام میں اس خطبہ کا بہت اثر رہا ہے اور آج بھی ہے۔[25]

اس مبارک خطبہ کے چند اقتباسات ہدیہ قارئین ہے۔ ان اقتباسات کو پڑھیں اور اندازہ کریں کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے کس طرح انسان کو انسانیت اور ابن آدم کو آدمیت کا درس دے کر انہیں ارشاد وہدایت اور امن وسکون کا راہی بنانے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔ اب اس خطبہ کے اقتباس کو پڑھیں۔

"لوگو اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت وعظمت وکرامت والا اللہ رب العزت کی نظروں میں وہی ہے جو اللہ تعالی سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ لہذا کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر۔ نہ کسی گورے کو کالے پر برتری ہے اور نہ کالے کو گورے پر۔ عظمت وبزرگی کا معیار فقط تقوی ہے۔

قریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ اللہ کے حضور تم اس طرح آؤ کہ تمہاری گردنوں پر تو دنیا کا بوجھ لدا ہو اور دوسرے لوگ سامان آخرت لے کر پہنچیں اور اگر ایسا ہوا تو میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔

اے قریش کے لوگو! خدا نے تمہاری جھوٹی نخوت کو ختم کر ڈالا ہے اور باپ دادا کے کارناموں پر تمہارے فخر ومباہات کی کوئی گنجائش نہیں۔

لوگو! تمہارے خون ومال اور عزتیں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر قطعا حرام کر دی گئی ہیں، ان چیزوں کی اہمیت ایسی ہی ہے جیسے اس دن کی اور اس ماہ مبارک (ذی الحجہ) کی خاص کر اس شہر میں ہے۔ تم سب خدا کے حضور جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس فرمائے گا۔

لوگو! دور جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں تلے روند دیا۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا ہوں میرے اپنے خاندان کا ہے، ربیعہ بن حارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا، اب میں معاف کرتا ہوں۔

اس مبارک خطبہ کے یہ چند مبارک اقتباسات ہیں جن میں انسانی مساوات کا تصور، حقوق کی ادائگی کا حکم، نسلی عصبیت و نسبی تفاخر کا خاتمہ جیسے بے شمار انقلاب آفریں پیغام کے سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ یہ خطبہ دراصل امن عالم کا ابدی اور عالمی چارٹر ہے۔

دشمنوں سے لڑائی میں امن پسندی:

لڑائی اور جنگ کے وقت دنیا سب کچھ جائز سمجھتی ہے اور بے دریغ خون بہا کر تباہی و بربادی کر دینے کو اپنا افتخار تصور کرتی ہے لیکن پیغمبر اسلام چونکہ پیغمبر امن ہیں ان کا مقصد حصول اقتدار نہیں تھا بلکہ آپ کا نصب العین قوانین الہیہ کا نفاذ اور دنیا میں عدل و انصاف کا فروغ، مساوات و اخوت کی ترقی، ہمدردی و رواداری کی بنیادیں مضبوط کرنا اور تہذیب و تمدن کی بناڈالنا تھا اس لیے پیغمبر امن نے غزوات و لڑائی میں دشمنوں کے سامنے امن پسندی کا مظاہرہ فرمایا اور غزوات کے وقت صحابہ کو جنگ میں پر امن اصول کو برتنے کی تاکید و تعلیم فرمائی جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی امن پسندی کی قوی دلیل ہے۔

سزا میں مساوات

1: دشمن کو سزا اتنی ہی دی جائے جتنی زیادتی اس نے کی یا اسے معاف کر دیا جائے تو اور بہتر ہے۔ ارشاد ربانی ہے

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا۟ بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِۦ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّٰبِرِينَ﴾[26]

ترجمہ: اور اگر تم سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہونچائی تھی اور اگر تم صبر کرو تو بے شک صبر والوں کو صبر سب سے اچھا ہے۔

بچے، بوڑھے اور خواتین سے اعراض:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً﴾[27]

ترجمہ: جنگ میں بہت بوڑھے، بچے اور عورت کو قتل نہ کرو۔

غفلت میں حملہ کرنے کی ممانعت:

پیغمبر امن ﷺ نے جنگی اصولوں میں اس امر کو بھی خصوصیت کے ساتھ بیان فرمایا کہ مخالف قوم پر اچانک حملہ نہ کیا جائے اور اس کی تعلیم خود پیغمبر امن نے عملی طور پر پیش فرمائی چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا معمول ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

﴿كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَوْمًا لَمْ يُغِرْ حَتَّى يُصْبِحَ﴾ [28]

یعنی: رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ جب بھی کسی قوم سے جہاد فرماتے تو جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہیں فرماتے تھے۔

جنگ کے دوران قدرتی چیزوں کی حفاظت:

دنیا کے جنگجو گروہوں کا کل بھی یہی مزاج تھا اور آج بھی یہی حال ہے کہ اگر وہ دشمن کے علاقے میں داخل ہو گئے تو پھر کھیتوں کو تباہ کرنا، ان کی بستیوں میں خون کی ہولی کھیلنا، ان کے تجارتی مراکز میں توڑ، پھوڑ اور آتش زنی کرنا، ان کی فصلوں کو تباہ کرنا اور ہر قسم کی تباہی کو روا رکھنا اپنا فاتحانہ حق تصور کرتے ہیں لیکن پیغمبر امن ﷺ کے پیش نظر جنگ کا مقصد اقتدار اور دولت نہیں تھا بلکہ حق کے کلمہ کو بلند کرنا، دنیا میں الہی نظام نافذ کر کے کرۂ ارض کو عدل و انصاف اور امن و امان سے بھر دینا مقصود تھا اس لیے پیغمبر امن ﷺ نے جنگ میں بھی تخریب کے بجائے تعمیر، تباہی کے بجائے اصلاح اور خوں ریزی کے بجائے امن و امان کی تعلیم دی۔ اور رسول مکرم ﷺ نے اللہ رب العزت کا یہ پیغام بندگانِ خدا کو سنایا:

﴿وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾ [29]

ترجمہ: اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد سے راضی نہیں۔

الغرض مصطفی جان رحمت ﷺ نے جنگ کے سلسلے میں اس طرح کے متعدد رہنما اصول عنایت فرمائے ہیں جنہیں پڑھ کر ہر قلب صادق اس بات کے احساس پر خود کو مجبور پاتا ہے کہ حالت جنگ میں ان باتوں کا پاس ولحاظ وہی رکھ سکتا ہے جو انسان اور انسانیت کا بہی خواہ، بنی نوع آدم کا مخلص، اہل عالم کی فلاح و بہبود کا خواہاں اور امن عالم کا مبلغ اعظم ہو۔

پہلی ہجری سے دسویں ہجری کے درمیانی سالوں میں متعدد غزوات رونما ہوئے۔ ان غزوات کے مطالعہ سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی کوشش یہی رہی کہ دشمن کو موت گھاٹ نہ اتارا جائے بلکہ

اسے بے بس کر دیا جائے یہاں تک کہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے۔ چنانچہ خیبر کی مہم کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے علم خاص دے کر جو ہدایت فرمائی۔ وہ ہدایت بھی دراصل اسی امر کا بیان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت ہو گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہو گی۔

ذرا غور کریں لشکر کے کمانڈر آف چیف سے یہ نہیں کہا جا رہا ہے کہ دشمن کا سر کاٹ کر لانا یہ تمہاری کامیابی کی ضمانت ہے۔ نہیں نہیں بلکہ اس امر کی ترغیب دی جا رہی ہے کہ مخالفین کے دلوں کو تسخیر کرنے کی کوشش کرنا جو اس بات کا واضح بیان ہے کہ پیغمبر امن کے عہد سعید میں جو جنگیں ہوئیں ان کا مقصد خونریزی نہیں تھا بلکہ مقصد تھا کہ لوگ باطل عقائد و نظریات سے نکل کر حق و ہدایت اور گمراہ کن رسوم کے دلدل سے نکال کر عدل و مساوات کی زمین پر قدم رکھیں۔ اور اس کے لیے جان لینے کی نہیں دل بدلنے کی ضرورت تھی۔ اور پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد عظیم کو ہر جنگ میں پیش نظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آپ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی کاروائیوں کو سامنے رکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ پیغمبر امن صلی اللہ علیہ وسلم نے کم سے کم خونریزی کے اصول پر عمل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جنگیں ہوئیں اس میں طرفین سے جانی نقصان کم سے کم ہوا۔ چنانچہ چھوٹی بڑی جنگیں ملا کر کل 27 جنگیں 2ھ سے 9ھ تک آٹھ سال کے اندر ہوئیں جن میں کل 918 آدمیوں کی جانیں گئیں۔ 27 غزاوت میں جان سے جانے والوں کی یہ تعداد اس عہد کی ہے جس عہد میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی خوں ریز جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت و بربادی ایک عام سی بات تھی۔ اب اس مقام پر تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھیے۔

وہ لوگ جو خود کو امن کا علمبردار تصور کرتے ہیں اور اسلامی جہاد کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں ذرا ان کے کارناموں کا بھی سرسری جائزہ لیتے چلیے تاکہ معلوم ہو کہ اپنے کو مہذب اور امن پسند کہنے والے ان افراد کا دامن انسانی خون سے کیسا رنگین ہے اور انہوں نے حصول اقتدار کے لیے دنیا کو آنسو، آہیں اور خون کے سوا کچھ نہیں دیا ہے۔ اب یہاں مختصرا صرف پہلی جنگ عظیم کے جانی نقصانات اور دوسری جنگ عظیم کی ہلاکت خیزیوں کی لسٹ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

پہلی جنگ عظیم میں روس کے سترہ لاکھ۔ جرمنی کے سولہ لاکھ۔ فرانس کے تیرہ لاکھ ستر ہزار۔ اٹلی کے چار لاکھ ساٹھ ہزار۔ آسٹریا کے آٹھ لاکھ۔ برطانیہ کے ساتھ لاکھ۔ ترکی کے دو لاکھ پچاس ہزار۔ بلجیم کے ایک لاکھ دو ہزار۔ بلغاریہ کے ایک لاکھ۔ رومانیہ کے ایک لاکھ۔ سر دیا د مانٹینگری کے ایک لاکھ۔ امریکہ کے پچاس ہزار افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے۔

یعنی پہلی جنگ عظیم میں کل جانی نقصان تہتر لاکھ بتیس ہزار کا ہوا۔ 7,332,000

اسی طرح دوسری جنگ عظیم میں روس کے دو کروڑ دس لاکھ۔ جرمنی کے سولہ لاکھ، پولینڈ کے نو لاکھ۔ چین کے تیس لاکھ۔ جاپان کے ستائس / پچاس لاکھ۔ آسٹریا کے سات لاکھ، رومانیہ کے سات لاکھ۔ فن لینڈ کے ایک لاکھ تراسی ہزار۔ چیکوسلویکیہ کے ساٹھ ہزار۔ سلاویکیہ کے تیس لاکھ پچاس ہزار، امریکہ کے دس لاکھ ستر ہزار۔ برطانیہ کے چودہ لاکھ تیس ہزار۔ فرانس کے دس لاکھ۔ اٹلی کے گیارہ لاکھ۔ یوگوسلادیہ کے سولہ لاکھ پچاسی ہزار۔ ہنگری کے چھ لاکھ۔ ہالینڈ کے دو لاکھ پچھتر ہزار۔ بلجیم کے ساٹھ ہزار۔ فلپائن کے تیس ہزار افراد مارے گئے۔[30]

مقتولین و مہلوکین کی اس لسٹ کو دیکھ کر ان جنگوں کے سورماؤں کو انسانیت کے کس خانے میں فٹ کیا جائے اور جن لوگوں نے اپنے مقاصد رذیلہ کے تحت دنیا کی آبادی کو بیک وقت آگ کے الاؤ میں جھونک دیا، جنگ کے آتش فشاں پر کھڑا کر دیا کیا ان کا منہ ہے اسلامی جہاد کی پاکیزہ مہم پر انگشت نمائی کرنے کا؟

پیغمبر امن ﷺ کے ارشادات امن عالم کا اکمل ترین نصاب:

مذکورہ گفتگو میں آپ نے حضور اکرم پیغمبر امن ﷺ کے گوشۂ حیات کے چند پہلوؤں کو اجمالاً ملاحظہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی ساری زندگی امانت و دیانت، عدالت و صداقت، شرافت و طہارت اور حق وہدایت اور امن و امان سے عبارت ہے۔ اب ذیل میں پیغمبر امن ﷺ کے چند ارشادات عالیہ درج کیے جارہے ہیں جو قیام امن کے باب میں ایک جامع، غیر مبدل اور عظیم الشان نصاب ہے۔ بلاشبہ یہ نصاب قیامت تک کے لیے ہر ملک ہر خطے، ہر سوسائٹی، ہر قوم، ہر علاقے کے لیے یکساں مفید اور لائق عمل ہے۔ چشم محبت لگا کر حضور اکرم ﷺ کے چند ارشادات ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

احترام انسانیت:

﴿الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اللهِ. فَأَحَبُّهُمْ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِعِيَالِهِ﴾ [31]

ترجمہ: تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور تمام مخلوق میں خدا کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کینبے کو زیادہ نفع پہنچائے۔

انسانوں سے رحم اور مروت کا برتاؤ:

﴿الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾ [32]

ترجمہ: رحمن کرنے والوں پر رحمن اللہ تعالی رحم فرماتا ہے، تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔

مومن کو امن پسندی کی ہدایت:

پیغمبر امن ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾[33]

ترجمہ: مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنے اموال اور اپنی جانوں کو محفوظ جانیں۔

قتل وغارت کا خاتمہ:

پیغمبر امن ﷺ نے بندگان خدا کو یہ الہی پیغام سنایا:

﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ﴾[34]

ترجمہ: جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد مچایا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا۔

جھوٹے الزامات اور بہتان تراشی کا خاتمہ:

پیغمبر امن ﷺ نے جھوٹے الزامات اور عصمت پر آنچ لانے والے افراد کو اللہ بہتان تراشی کا دروازہ بند کرتے ہوئے بندگان خدا کو اللہ رب العزت کا یہ ارشاد سنایا:

﴿وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾[35]

ترجمہ: اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔

اس قرآنی ارشاد میں کس قدر انسانی حقوق کی پاسداری اور عصمت و عفت کی حفاظت و صیانت کی تعلیم دی گئی ہے کہ ایک عورت کے لیے اس کی عزت و آبرو سب سے اہم ہوا کرتی ہے، اب ایسے میں کوئی کسی عورت پر تہمت لگائے تو یہ اس کے لیے سب سے سنگین مسئلہ ہے اس سے معاشرہ میں فتنہ وفساد برپا ہو گا اور زندگی اجیرن بن جائے گی، اس لیے اسلام نے خواتین کی عزت و آبرو کی حفاظت کرتے ہوئے یہ الہی قانون سنایا کہ کوئی بلاوجہ اور بلا سبب کسی پاک دامن عورت کے سلسلے میں الزام تراشی نہ کر سکے کیونکہ غلط بیانی کے بعد وہ خود سکون سے نہیں بیٹھ سکے گا، اس کو یہ امر ثابت کرنا ہو گا اور اگر ثابت نہ کر سکا تو پھر

کسی کی عزت سے کھیلنے کے پاداش میں اس کو دینی و دنیاوی ہر سطح پر خسران و نقصان اور شرمندگی کا سامنا کرنا ہو گا۔ یہ حقوق نسواں کے باب میں امن و امان کا ایک مژدہ جانفزا ہے۔

مذہبی آزادی:

حضور اکرم ﷺ نے اہل نجران سے جو معاہدہ کیا اس کے الفاظ پڑھیں، اس سے معلوم ہو گا کہ حضور ﷺ کی تعلیمات میں جبر و اکراہ نہیں تھا بلکہ ہر کسی کو مذہبی آزادی و تحفظ فراہم کیا گیا تھا جو بلاشبہ پیغمبر امن ﷺ کی امن پسندی پر برہان قوی ہے۔

اس معاہدہ میں حضور ﷺ نے یہ تحریری فرمان جاری کیا تھا:

اللہ تعالی اور اس کے رسول محمد ﷺ، اہل نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے ان کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور ان کے مذہبی ٹھکانوں وغیرہ کے ضامن اور ذمے دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہیں پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور ان کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی، نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو، خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا، اس سے نہیں ہٹایا جائے گا اور ان کو کوئی خوف و خطرہ نہ ہو گا۔[36]

جانور کے قتل ناحق سے بھی پیغمبر امن نے منع فرمایا:

پیغمبر امن ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا، سَأَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

جس نے کسی چڑیا یا اس سے بھی چھوٹے کسی جانور کو بے مقصد اور ناحق قتل کیا اللہ تعالی بروز قیامت اس کے بارے میں اس سے باز پرس فرمائے گا۔[37]

ظلم و زیادتی کا خاتمہ:

ظلم و زیادتی کو جرم عظیم گردانتے ہوئے پیغمبر اسلام نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد مصطفوی ہے:

﴿لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ، مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ﴾[38]

ترجمہ: تمہیں بروز قیامت حق والوں کے حق ضرور ادا کرنے ہوں گے حتی کہ بغیر سینگوں والی بکری کو سینگوں والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

چوری اور ڈاکہ زنی:

چوری اور ڈاکہ زنی ہر دو عمل ایک صالح اور پر امن معاشرہ کے خلاف ہیں۔ جہاں چوری اور ڈاکہ زنی ہو وہ معاشرہ کبھی بھی پر سکون اور پر امن معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر امن ﷺ نے اپنی پر امن تعلیمات کے ذریعہ اس امر پر از حد زور دیا کہ چوری اور ڈاکہ زنی معاشرہ کے لیے ناسور ہے اور عند اللہ بے حد مبغوض ہے۔ حضور پیغمبر امن ﷺ کا ارشاد عالی شان ہے:

﴿وَلا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾[39]

اور چور جب چوری کرتا ہے تو (اس وقت) وہ مومن نہیں رہتا (یعنی اس کا ایمان کامل نہیں ہوتا)۔

اسی طرح ڈکیتی اور رہزنی اور علی الاعلان کسی کا مال چھین لینے کو حضور اکرم ﷺ نے جرم عظیم شمار فرمایا ہے۔

غصب کی مذمت:

پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ﴾[40]

ترجمہ: جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ناجائز طور سے دبائی ہے تو قیامت کے دن اس کی وجہ سے ساتوں زمینوں کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔

وعدہ خلافی کی مذمت:

پیغمبر اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿آيَةُ المُنَافِقِ ثَلاَثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾[41]

ترجمہ: منافق کی علامتیں تین ہیں: جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔ اور جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور امانت میں خیانت کرتا ہے۔

امانت کا حکم:

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

﴿لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ، وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ﴾[42]

ترجمہ: جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس میں وعدے کی پابندی نہیں اس میں دین داری نہیں۔

عدل وانصاف سب کے لیے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾[43]

ترجمہ: کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان سے عدل نہ کرو۔ ہر حال میں عدل کرو یہ روش تقوی سے زیادہ قریب ہے۔

مردوں کو ہدایت دی:

﴿خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ﴾[44]

ترجمہ: تم میں وہی لوگ بہتر ہیں جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھے ہیں

عورتوں کی رہنمائی:

حدیث شریف میں عورتوں کو ایک اچھی بیوی بن کر رہنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

﴿قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ؟ قَالَ: «الَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ، وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ»﴾[45]

عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ کون سی عورت سب ست بہتر ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: شوہر کو خوش کرے جب وہ اس کی طرف دیکھے، اطاعت کرے جب وہ کسی کام کا حکم دے، نیز اپنے مال کے بارے میں کوئی ایسا رویہ نہ اپنائے جو شوہر کو ناپسند ہو۔

یہ ارشادات مشتے نمونہ از خروارے ہیں ورنہ ایسے کثیر ارشادات وہدایت اور تعلیمات پیغمبر اسلام ﷺ نے عنایت فرمائے ہیں جس میں تکبر، ظلم، فحش انگاری وبد زبانی، غیبت، دور خا پن، وعدہ خلافی، عیب چینی، حسد،، بد گمانی، بد نگاہی، جھوٹی گواہی، استہزا اور تمسخر، ناجائز حمایت وطرف داری جیسی لعنتوں کو انسانی اخلاق کی بدترین بیماریاں شمار کرا کر ان سے دور ونفور رہنے کی

تعلیم دی گئی ہے اور وقار و سنجیدگی، سادگی و صفائی، تعلیم و تعلم، صبر و شکر، شرم و حیا، توکل و استغناء، اخلاص و استقامت، انفاق و سخاوت، حلم و بردباری، مودت و مروت، اخوت و محبت، عبادت و ریاضت، دنیا سے بے رغبتی اور فکر آخرت جیسے اسباق کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، بلاشبہ حضور مصطفی جان رحمت ﷺ کی تعلیمات امن وامان و خیر و سلامتی کا ایک ایسا عظیم و اکمل ترین نصاب ہے جس میں ہر عہد کے لیے امن کے رہنما اصول موجود ہیں۔ اور پیغمبر امن ﷺ کے یہ اصول صاف و شفاف آئینہ کی طرح ہر انسان کے روبرو ہے۔ دنیا کی تمام قومیں اور ملتیں اسے استفادہ بھی کر سکتی ہیں اور کرتی آرہی ہیں۔

چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

مصادر و مراجع

[1] سورۃ الاحزاب، آیت 40

[2] (The Genuine Islam (Der wahre Islam) Vol. 1, No. 8, 1936)

[3] سورہ آل عمران ۔ آیت 103

[4] صحیح البخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ، حدیث 67

[5] سیرت ابن ہشام ج 1 س 134

[6] الطبقات الکبری ج 1 ص 128

[7] سیرت ابن ہشام ج 1 ص 134

[8] سیرت مصطفی ص 8079۔ بحوالہ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۶ تا ۱۹۷

[9] سیرت مصطفی ص 80۔ بحوالہ سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۹۶ تا ۱۹۷

[10] صحیح بخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا» حدیث 3678

[11] السیرۃ الحلبیہ

[12] سنن الترمذی، حدیث 2472

[13] الشفاء، الفصل الثاني عشر الحلم والاحتمال وَالْعَفْوُ، ج 1 ص 221

[14] زرقانی علی المواہب ج 1 ص 288

[15] سیرت مصطفی از علامہ عبد المصطفی اعظمی رحمہ اللہ

[16] زرقانی علی المواہب

[17] سیرت مصطفی بحوالہ بخاری، باب الولیمۃ ولو بشاۃ، ص ۷۷۷، ج ۲

[18] سیرت مصطفی بحوالہ سیرتِ ابن ہشام ج ۴ ص ۵۰۱ تا ۵۰۲

[19] سیرت مصطفی بحوالہ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۱۷ وغیرہ

[20] سیرت مصطفٰی

[21] زرقانی ج ۲ ص ۲۸۹

22 سیرت مصطفی بحوالہ زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰

23 ماخوذ از سیرت مصطفی

24 ماخوذ از سیرت مصطفی

25 محمد رسول اللہ ﷺ ۔ از گونسٹن ویزریل جارج ۔ ص 424

26 سورہ النحل 126

27 سنن ابو داؤد ، بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ ، حدیث 2614

28 صحیح البخاری۔ بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الإِسْلاَمِ وَالنُّبُوَّةِ، حدیث 2943

29 سورۃ البقرہ آیت 205

30 اسلام اور امن عالم ،ص 130۔132

31 مرقاۃ المفاتیح۔ 4998

32 سنن ابی داؤد۔ باب فی الرحمۃ ۔ حدیث 4941

33 سنن ابن ماجہ۔ بَابُ حُرْمَةِ دَمِ الْمُؤْمِنِ وَمَالِهِ۔ حدیث ۔ 3934

34 سورۃ المائدہ ۔ آیت 32

35 سورۃ النور، آیت 4

36 کتاب الخراج لابی یوسف ص 85

37 سنن نسائی ، باب مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا بِغَيْرِ حَقِّهَا، حدیث 4445

38 صحیح مسلم ۔ بَابُ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ ۔ حدیث 2582

39 صحیح بخاری ، حدیث 5578

40 صحیح البخاری ۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ ۔حدیث 3198

41 صحیح بخاری۔ بَابُ عَلاَمَةِ المُنَافِقِ ۔حدیث 33

42 شعب الایمان۔ 4045

43 سورۃ المائدہ ۔آیت 8

44 سنن الترمذی، بَابٌ فِي فَضْلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ۔ 3895

45 سنن نسائی ، أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ۔ حدیث 3231